حافظ طاہر الاسلام[1]

محمد شعیب خان[2]

شریعت اور مقاصد شریعت معانی اور مفاہیم

Abstract

Sharīʻah (Islāmic Law) and Maqāsid (Grand Objectives) of Sharīʻah

After the composition of Imām Al-Shātibī's great opus, Al-Muwāfaqāt, Maqāsid al-Sharīʻah began to be introduced as an independent field of study in the academic circles. Numerous scholars have done great work and wrote many books which resulted in one's access to its diverse aspects. In this treatise, different aspects of Maqāsid al-Sharīʻah are discussed along with their meanings in an attempt to reach to the essence of its implications.

تمہید

زیر تحقیق موضوع کے اعتبار سے شرعی احکام کے اہداف ومقاصد انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ شریعت دراصل مصالح عباد ہی کا دوسرا نام ہے۔ فی زمانہ مصلحت کو بنیاد بنا کر شرعی احکام کی تاویل اور ان میں تغیر و تبدل کی باتیں کی جارہی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مقاصد شریعت کے حقیقی تصور کو اجاگر کیا جائے۔ پہلے ہم شریعت کے لغوی واصطلاحی معنی کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔

شریعت کے لغوی معانی

علامہ ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 711ھ) شریعت کے لغوی معنی واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والشَّريعةُ والشِّراعُ والمَشْرَعةُ: المواضعُ الَّتِي يُنْحدر إِلى المْاءِ مِنْهَا، قَالَ اللَّيْثُ: وَبِهَا سُمِّيَ مَا شَرَعَ الله للعبادِ شَريعةً من الصَّوْمِ والصلاةِ وَالْحَجِّ وَالنِّكَاحِ وَغَيْرِهِ. والشِّرْعةُ والشَّريعةُ فِي كَلَامِ

1 لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

2 ریسرچ فیلو، اسلامک ریسرچ کونسل، لاہور

الْعَرَبِ: مَشْرَعةُ الْمَاءِ وَهِيَ مَوْرِدُ الشارِبةِ الَّتِي يَشْرَعُها النَّاسُ فَيَشْرَبُونَ مِنْهَا ويَسْتَقُونَ، وَرُبَّمَا شَرَّعوها دوابَّهم حَتَّى تَشْرَعها وتشرَب مِنْهَا، وَالْعَرَبُ لَا تُسَمِّيهَا شَرِيعةً حَتَّى يَكُونَ الْمَاءُ عِدًّا لَا انْقِطَاعَ لَهُ، وَيَكُونُ ظَاهِرًا مَعِيناً لَا يُسْقى بالرِّشاءِ."[1]

"شریعت، شراع اور مشرعہ ان مقامات کو کہا جاتا ہے جہاں پانی لینے کے لیے اترا جاتا ہے۔ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 94ھ) نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے صوم وصلاۃ اور حج و نکاح وغیرہ کے جو طریقے مقرر کیے ہیں انہیں بھی شریعت کا نام دیا جاتا ہے۔ کلام عرب میں شرعہ اور شریعت سے مراد پانی کا گھاٹ لیا جاتا ہے، جہاں لوگ پانی پینے کے لیے جاتے ہیں اور وہاں سے پانی لاتے ہیں۔ بسا اوقات وہ اپنے جانوروں کو یہاں لاتے اور وہاں سے پانی پیتے ہیں۔ عرب پانی کے گھاٹ پر لفظ شریعت کا اطلاق اسی صورت میں کرتے ہیں، جب وہاں پانی مسلسل جاری ہو اور اس میں انقطاع نہ آئے، نیز وہ پانی بالکل ظاہر اور جاری و ساری ہو کہ اسے پینے کے لیے ڈول استعمال نہ کرنا پڑے۔"

ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

"والشريعة: موضع علي شاطئي البحر له."[2]

"یعنی شریعت ساحل سمندر پر واقع جگہ کو کہتے ہیں۔"

امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 630ھ) لکھتے ہیں:

"والشارع: الطريق الأعظم الشريعة مورد الإبل علي الماء الجاري."[3]

"شارع بڑے اور وسیع راستے کو کہا جاتا ہے جبکہ شریعت سے مراد ہے: جاری پانی پر اونٹوں کے وارد ہونے کی جگہ۔"

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں:

"الشريعة في اللغة: المذهب والطريقة المستقيمة، وشرعة الماء أي مورد الماء الذي يقصد للشرب، وشرع أي نهج أوضح وبين المسالك، وشرع لهم يشرع شرعا أي بين."[4]

"لغت میں شریعت کے معنی چلنے کی جگہ اور سیدھے راستے کے ہیں۔ "شرعة الماء" سے مراد وہ مقام ہے جہاں پانی پینے کے لیے وارد ہوا جاتا ہے۔ "شرع" کا مطلب ہے اس نے مقرر کیا، واضح کیا اور راستوں کی وضاحت کی۔

---

1 الأفريقي، محمد بن مكرم، لسان العرب: 8/ 175، دار صادر، بيروت، الطبعة الثالثة، 1414هـ

2 لسان العرب: 8/ 176

3 ابن الأثير، المبارك بن محمد، النهاية في غريب الحديث والأثر: 460/2، المكتبة العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1399هـ

4 الزيدان، دكتور، عبد الكريم، المدخل لدارسة الشريعة الإسلامية: ص38، دار عمر بن الخطاب، سكندرية، س ن

لفظ شریعت کے لغوی و معنی پر مندرجہ بالا بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس کا اطلاق پانی کے ایسے گھاٹ پر ہوتا ہے جو نمایاں اور ظاہر ہو اور اس کا پانی تسلسل سے جاری ہو۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس میں ابتداء کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"فإن الشريعة وهي الشريعة أيضا هي ما يبتدأ فيه إلى الشيئ ومنه يقال شرع في كذا أي ابتدأ فيه."[1]

"چنانچہ شرع کا مطلب ہوگا کہ اس نے کسی طریقے یا راستے کو متعین کرنے یا واضح کرنے کی ابتداء کی۔"

شریعت کے اصطلاحی معانی

قرآن مجید میں 'الشريعة' اور 'الشرعة' کا اطلاق مختلف معانی پر ہوا ہے، جن وضاحت درج ذیل ہے:

2۔ توحید و عقیدہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝﴾[2]

"اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے نوح علیہ السلام کو کیا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف کی اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور موسی علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام کو کیا، یہ کہ اس دین کو قائم رکھو اور اس میں جدا جدا نہ ہو جاؤ، مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف آپ انہیں بلاتے ہیں، اللہ تعالی اپنی طرف سے چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ دیتا ہے جو رجوع کرے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر اہل ایمان کو جس چیز پر مجتمع ہونے کا حکم دیا ہے وہ توحید ہے۔ یہاں ہدایت کی گئی ہے کہ اس باب میں تفرق کا شکار نہ ہوا جائے۔

2۔ عملی احکام

سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ۙ﴾[3]

---

[1] ابن كثير، أبو الفداء، إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسير القرآن العظيم: 3/ 117، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1419هـ

[2] سورة الشورى42:: 13

[3] سورة المائدة:5: 48

"تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک امت بنا دیتا لیکن (یہ اس لیے ہے۔ تاکہ) وہ تمہیں اس چیز میں آزمائے، جو اس نے تمہیں دیا ہے، بس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔"

اس آیت مبارکہ سے پہلے نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ چاہیں تو اہل کتاب کے مابین خدا کے نازل کردہ احکام کے تحت فیصلہ فرمائیں یا ان سے اعراض کا رویہ اپنائیں، آپ اس باب میں مختار ہیں۔ پھر یہ واضح کیا ہے کہ خدا نے امت محمدیہ اور اہل کتاب میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور منہاج مقرر کیا ہے۔ اس سے مراد عملی و فروعی احکام ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ توحید پر تمام انبیاء ورسل متفق ہیں۔

3۔ عقائد و احکام عملیہ

قرآن مجید میں لفظ "الشریعة" کا اطلاق بیک وقت عقیدہ اور عملی احکام پر بھی ہوا ہے۔ سورۃ الجاثیہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [1]

"پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک واضح راستے پر لگا دیا، سو اسی پر چلیے اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیے جو نہیں جانتے۔"

یہاں شریعت سے مراد وحی ہے جو کتاب و سنت کی صورت میں موجود ہے۔ یہ وحی توحید اور تمام احکام کو شامل ہے اور نبی کریم ﷺ کو ہر دو کی اتباع و پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

شریعت علماء کے اطلاقات کی روشنی میں

ارباب علم و نظر کے ہاں بھی شریعت کا لفظ متنوع معانی میں استعمال ہوا ہے۔ بعض اس سے عقیدہ مراد لیتے ہیں اور بعض محض عملی و فروعی احکام۔ جبکہ ایک گروہ کے نزدیک توحید و عقیدہ اور فروعی فقہی احکام ہر دو شریعت میں داخل ہیں اور ان دونوں پر لفظ شریعت کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

الف: امام ابو بکر محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ (شافعی فقیہ وعالم، متوفی 360ھ) نے لفظ شریعت سے عقیدہ اور اس کی تفصیلات مراد لی ہیں۔ چنانچہ اسلامی عقائد کے موضوع پر انہوں نے جو کتاب تصنیف کی ہے اس کا نام "الشریعة" رکھا ہے۔

اسی طرح امام ابو عبد اللہ عبید اللہ بن محمد العکبری رحمۃ اللہ علیہ (مشہور حنبلی فقیہ وعالم، متوفی 387ھ) نے بھی عقائد کے موضوع پر اپنی کتاب کو "الإبانة عن شريعة الفرقة الناجية" کا نام دیا ہے۔ یہاں لفظ "شریعة" عقیدہ

---

1 سورة الجاثية: 45: 18

کے معنی میں ہے۔

ب: مشہور مفسر امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 671ھ) نے شریعت کی تعریف میں لکھا ہے:

"فالشريعة ما شرع الله لعباده من الدين."[1]

"شریعت سے مراد وہ امور ہیں جنہیں اللہ عز وجل نے اپنے بندوں کے لیے بطور دین مقرر کیا ہے۔"

وہ مزید لکھتے ہیں:

"ولا خلاف إن الله لم يغاير بين الشرائع في التوحيد المكارم والمصالح وإنما خالف بينهما في الفروع حسبما علمه سبحانه."[2]

"اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالی نے توحید مکارم اور مصالح کے باب میں تمام شریعتوں میں کوئی فرق نہیں رکھا البتہ اپنے علم کی روسے فروعی معاملات میں اختلاف رکھا ہے۔"

گویا امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 728ھ) نے عقیدہ اور اخلاق و عمل تمام امور کو شریعت قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسم الشريعة والشرع والشرعة فإنه ينتظم كل ماشرعه الله من العقائد والأعمال."[3]

"لفظ شریعت ہر اس شئے کو شامل ہے جسے اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے۔"

شیخ الاسلام ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"الشريعة إنما هي كتاب الله وسنة رسول الله."[4]

"شریعت نام ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔"

الشیخ نصر فرید واصل لکھتے ہیں:

"أما تعريف الشريعة فيطلق على الأحكام التي سنه الله لعباده."[5]

"جہاں تک شریعت کی تعریف کا تعلق ہے تو اس کا اطلاق ان احکام پر ہوتا ہے جنہیں خدا نے اسے اپنے بندوں

---

1 القرطبي، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر، الجامع لأحكام القرآن، تفسير القرطبي: 163/16، دار الكتب المصرية، القاهرة، الطبعة الثانية، 1964م

2 تفسير القرطبي: 136-164/16

3 ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوى: 306/19، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، الطبعة الثالث، 1426هـ

4 مجموع الفتاوى: 306/19

5 التهانوي، محمد بن علي، كشاف، اصطلاحات النفون: 1018/1، مكتبة لبنان، بيروت، الطبعة الأولى، 1996م

کے لیے جاری فرمایا ہے۔"

پھر شریعت اسلامیہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"مجموعة الأحكام التي سنها الله للناس جميعها علي لسان رسوله محمدﷺ في الكتاب والسنة."[1]

"اسلامی شریعت ان احکامات کے مجموعے کا نام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے لیے اپنے رسول محمد ﷺ کی زبان اقدس سے کتاب وسنت کی شکل میں جاری فرمایا ہے۔"

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان نے شریعت اور فقہ میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قلنا إن الشريعة الإسلامية تشتمل علي جميع الأحكام الشرعية المتعلقة بالعقيدة أو الأخلاق أو لعبادات أو المعاملات."[2]

"ہم کہہ چکے ہیں کہ شریعت اسلامیہ ان تمام شرعی احکام پر مشتمل ہے جن کا تعلق عقیدہ اخلاق عبادات یا معاملات سے ہے۔"

پھر یہ بتا کر کہ فقہ صرف عملی احکام سے متعلق ہے، لکھتے ہیں:

"ومن ثم فالشريعة أعم وأكثر شمولا لأنها تشتمل علي جميع الأحكام."[3]

"اس پہلو سے شریعت فقہ کی نسبت زیادہ عمومیت لیے ہوئے ہے اور زیادہ جامع ہے کیونکہ یہ تمام احکام کو شامل ہے۔"

شیخ محمد مصطفی شلبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1997ء) لکھتے ہیں:

"فالشريعة الإسلامية أو الإسلام مجموعة الأحكام التي تنزل بها الوحي علي محمد بن عبد الله صلوات الله وسلامه عليه."[4]

"اسلامی شریعت یا اسلام ان احکامات کا مجموعہ ہے جو محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ علیہ وسلامہ علیہ پر بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں۔"

بعد ازاں علامہ شلبی نے ان احکامات کی تین قسمیں بیان کی ہیں جن میں عقائد واخلاق اور معاملات شامل ہیں۔

ج۔ بعض علماء نے شریعت کو ان عملی وفروعی احکام کے معنی میں لیا ہے جو مختلف مذاہب سماویہ میں بدلتے رہے ہیں۔ چنانچہ سورۃ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾[5] کی تفسیر میں امام

---

1 كشاف، اصطلاحات الفنون: 1018/1

2 الزيدان، عبد الكريم، الدكتور، المدخل لدراسة الشرعية الإسلامية: ص45، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 2005م

3 أيضاً

4 شلبي، محمد مصطفي المدخل في الفقه الإسلامي: ص29، الدار الجامعية، بيروت، الطبعة الأولى، 1985م

5 سورة المائدة: 5: 48

طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 310ھ) نے سیدنا قتادۃ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"الدین واحد والشریعة مختلفة."[1]

"تمام رسولوں کا دین ایک ہے اور شریعتیں مختلف ہیں۔"

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الشوری کی آیت ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی انبیاء کرام علیہم السلام میں جو قدر مشترک ہے وہ خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت ہے اگرچہ ان کی شریعتوں اور مناہج میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا﴾[2]

"ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے شریعت اور راستہ مقرر کر دیا ہے۔"

علامہ محمد علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1943ء) نے لکھا ہے کہ بعض اوقات شریعت کا اطلاق بطور خاص علم فروعی احکام پر ہوتا ہے جیسا کہ شرح عقائد نسفیہ میں مکتوب ہے:

"العلم المتعلق بالأحكام الفرعية يسمي علي الشرائع والأحكام، وبالأحكام الأصلية يسمي علم التوحيد والصفات."[3]

"احکام فرعیہ سے متعلقہ علم کو علم الشرائع والاحکام کا نام دیا جاتا ہے جبکہ احکام اصلیہ کو علم توحید وصفات کہا جاتا ہے۔"

اہل علم کے مندرجہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لفظ شریعت کو مختلف مفاہیم و معانی کے اظہار کے لیے استعمال کرتے ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں بھی اس کا اطلاق متنوع مطالب پر ہوا ہے لیکن یہ اختلاف تنوع کا ہے نہ کہ تضاد کا۔ لہٰذا مختلف پہلوؤں اور سیاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان میں سے کوئی بھی مفہوم لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ عمومی طور پر شریعت سے ایک جامع اور مکمل ضابطہ حیات مراد لیا جائے۔

مقاصد شریعت سے مراد

مقاصد شریعت دو لفظوں سے مرکب ہے۔ ایک مقاصد جو مقصد کی جمع ہے اور دوسرے شریعت لفظ شریعت کے لغوی واصطلاحی مفہوم پر تو قبل ازیں تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ یہاں مقاصد کی لغوی تعریف کی جائے اور پھر مقاصد شریعت کا اصطلاحی مفہوم اجاگر کیا جائے گا۔

1 الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان في تأويل القرآن: 10/ 385، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى، 1420ھ

2 سورة المائدة :5: 48

3 موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون:1/ 1519

مقاصد کے لغوی معنی

مقصد کی اصل مشتق (ق ص د) ہے۔ یہ فعل ثلاثی "قصد يقصد" سے مصدر میمی ہے۔ اس کی جمع مقاصد آتی ہے، یہ قصد کے ہم معنی ہے، جس کی جمع قصود ہے۔[1]

لغت عرب میں اس کے کئی معانی آتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ عزم وارادہ اور طلب

المصباح المنیر میں ہے:

"قصدت الشيء وله وإليه قصدا من باب ضرب طلبته بعينه."[2]

"میں نے اس شی کا قصد کیا، میں نے اسے بذاتہ طلب کیا۔"

اور اسی طرح صحیح بخاری میں ہے:

«فقصدت لعثمان حتى خرج إلى الصلاة.»[3]

"میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصد کیا تا آنکہ وہ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔"

اس کلمے کا اصل مفہوم یہی ہے، یعنی اعتزام وتوجہ اور کسی شے کی طرف بڑھنا جیسا کہ ابن جنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1002ء) نے صراحت کی ہے۔[4]

2۔ استقامت طریق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ﴾[5] "اور اللہ پر سیدھی راہ کا بتادینا ہے۔"

یعنی یہ خدا تعالیٰ پر ہے کہ وہ سیدھے راستے کی وضاحت کرے اور واضح دلائل وبراہین کے ذریعے اس کی

---

1 الفيومي، أحمد بن محمد بن علي، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير: 504/2، المكتبة العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1987م

2 المصباح المنير: 2/ 504

3 البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان: 3420، دار السلام للنشر والتوزيع، الرياض، الطبعة الثانية، 1999م

4 المرسي، أبو الحسن علي بن إسماعيل، المحكم المحيط: 116/6، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1421هـ

5 سورة النحل:16: 9

طرف بلائے۔[1]

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 310ھ) کہتے ہیں:

"والقصد من الطريق المستقيم الذى لا اعوجاج فيه."[2]

"قصد اس سیدھی راہ کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو۔"

3۔ اعتدال و توازن اور عدم افراط و تفریط

اسی مفہوم میں یہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ﴾[3]

"یعنی ان میں بعض ظالم اور سابق کے درمیان ہیں۔"

اسی طرح فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاقۡصِدۡ فِىۡ مَشۡيِكَ﴾[4]

"اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر۔"

4۔ قرب و نزدیکی

قصد، قرب و نزدیکی کے معنی میں بھی مستعمل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَوۡ كَانَ عَرَضًا قَرِيۡبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا﴾[5]

"اگر جلد وصول ہونے والا مال و اسباب ہوتا ہے اور ہلکا سا سفر ہوتا۔"

5۔ کسر (توڑنا)

قصد میں کسر یعنی توڑنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ یہ توڑنا خواہ حسی ہو یا معنوی "قصدت العود قصدا" کے معنی ہیں لکڑی کو توڑنا۔[6]

1 لسان العرب: 3/ 353

2 جامع البيان في تأويل القرآن: 17/ 174

3 سورة الفاطر:32:35

4 سورة لقمان:19:31

5 سورة التوبة:42:9

6 الزبيدى، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواهر القاموس: 9/ 37، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1414ھ

6۔ کسی شے کو اکٹھا کرنا

چنانچہ الناقة القصید اس اونٹی کو کہتے ہیں جو گوشت سے بھری ہوئی ہو، اسی طرح قصیدہ کی وجہ تسمیہ بھی یہ ہے کہ اس میں اشعار مجتمع ہوتے ہیں۔[1]

مندرجہ بالا تمام معانی میں پہلا مفہوم ہی اصل ہے اور وہی زیر نظر بحث میں مقصود ہے۔

مقاصد شریعت کا اصطلاحی مفہوم

علمائے متقدمین کے ہاں مقاصد شریعت کی کوئی متعین اور جامع ومانع تعریف نہیں ملتی۔ البتہ متاخرین نے اپنے اپنے طور پر مقاصد شریعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

پہلی تعریف

الشیخ محمد الطاهر ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1973ء) نے مقاصد شریعت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"مقاصد التشريع العامة هي: المعاني والحكم الملحوظة للشارع في جميع أحوال الشريعة أو معظمها بحيث لا تختص ملاحظتها بالكون في نوع خاص من الأحكام الشريعة."[2]

"مقاصد شریعہ عامہ سے مراد وہ علل اور حکمتیں ہیں جو شارع کی جانب سے تمام یا اکثر احوال تشریع میں ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ بایں طور پر کہ احکام شریعت کی خاص نوع میں ہونے کی وجہ سے ان کا لحاظ نہیں رکھا گیا، بلکہ تمام ابواب سے ان کا تعلق ہے۔"

دوسری تعریف

محمد علال الفاسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1925ء) مقاصد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المراد بالمقاصد الشريعة: الغاية منها والأسرار التي وضعها الشارع عند كل حكم من أحكامها."[3]

"مقاصد شریعت سے شریعت کی غایت اور وہ اسرار مراد ہیں جنہیں شارع نے شریعت کے ہر حکم میں ملحوظ رکھا

---

1 ابن فارس، أحمد بن فارس بن زكريا، معجم مقاييس اللغة: 95/5، دار الفكر، بيروت، الطبعة الأولى، 1399هـ

2 التونسي، محمد الطاهر بن محمد، مقاصد الشريعة الإسلامية: 3/ 165، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، قطر، الطبعة الأولى، 2004م

3 الفاسي، محمد علال، مقاصد الشريعة الإسلامية ومكارمها: ص3، دار الغرب الإسلامي، الطبعة الخامسة، 1993م

ہے۔"

تیسری تعریف

احمد الریسونی نے مقاصد شریعت کی تعریف میں لکھا ہے:

"إن مقاصد الشريعة هي الغايات التي وضعت الشريعة لأجل تحقيقها لمصلحة العباد."[1]

"مقاصد شریعت سے مراد وہ غایات ہیں جنہیں وجود میں لانے کے لیے شریعت مقرر کی گئی ہے تاکہ مصالح عباد کا حصول ممکن ہو سکے۔"

چوتھی تعریف

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 2015ء) کے نزدیک مقاصد شریعت کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

"المقاصد الشريعة: هي المعاني والأهداف الملحوظة للشرع في جميع أحكامه أو معظمها أو هي الغاية من الشريعة والأسرار التي وضعها الشارع عند كل حكم من أحكامها."[2]

"مقاصد شریعہ عامہ سے مراد وہ علل اور حکمتیں ہیں جو شارع کی جانب سے تمام یا اکثر احوال تشریع میں ملحوظ رکھی گئی ہیں، یا اس سے مراد شریعت کی غایت اور وہ اسرار ہیں جنہیں شارع نے شریعت کے ہر حکم میں ملحوظ رکھا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب کی یہ تعریف دراصل الشیخ ابن عاشور اور علال الفاسی کی تعریفوں کا مجموعہ ہے۔

پانچویں تعریف

ڈاکٹر محمد بن سعد بن احمد بن سعود الیوبي نے مقاصد شریعت ایک کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"إن المقاصد هي المعاني والحكم ونحوها التي راعها الشارع في التشريع عموما وخصوصا من أجل تحقيق مصالح العباد."[3]

"مقاصد سے مراد وہ علتیں اور حکمتیں ہیں جنہیں بندوں کے مصالح کو وجود میں لانے کے لیے شارع

---

1 الرئيسونى، أحمد، نظرية المقاصد عند الإمام الشاطبي: ص191، الدار العالمية لكتاب الإسلامي، الطبعة الثانية، 1992م

2 الزحيلى، وهبة، الدكتور، أصول الفقه الإسلامي: 1017/2، دار الفكر للطباعة والتوزيع، دمشق، الطبعة الأولى، 1986م

3 اليوبي، محمد بن سعد بن أحمد، مقاصد الشريعة الإسلامية وعلاقتها بالأدلة الشرعية: ص37، دار الهجرة للنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، 1998م

نے شریعت سازی میں عمومی یا خصوصی طور پر ملحوظ رکھا ہے۔"

چھٹی تعریف

ڈاکٹر مصطفیٰ بن کرامۃ اللہ مخدوم مقاصد شریعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المقاصد وهي المصالح التي قصدها الشارع بتشريع الأحكام."[1]

"مقاصد سے مراد وہ مصالح ہیں، جو تشریع احکام میں شارع کا مقصود ہیں۔"

ساتویں تعریف

ڈاکٹر نورالدین الخادمی نے مقاصد شریعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"المقاصد هي المعاني الملحوظة في الأحكام الشرعية والمترتبة عليها سواء أكانت تلك المعاني حكما جزئية أم مصالح كلية أم سمت إجمالية وهي تجتمع ضمن هدف واحد، هو تقرير عبودية الله ومصلحة الإنسان في الدارين."[2]

"مقاصد سے مراد وہ علتیں ہیں جو شرعی احکام میں ملحوظ رکھی گئی ہیں اور ان کے نتیجے میں وجود پذیر ہوتی ہیں۔ برابر ہے کہ یہ علل و معانی کسی جزئی حکم کی صورت میں یا کلی مصالح یا اجمالی جہات کی شکل میں ہوں، یہ سب ایک ہی ہدف کے تحت سمیٹے جاسکتے ہیں اور وہ ہے عبادت الٰہیٰ اور دنیا و آخرت میں انسان کی مصلحت کا ثابت کرنا۔"

ڈاکٹر یوسف احمد محمد البدوی اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهذا تعريف موفق جدا لأنه انتبه إلي مقصد المقاصد وهو تقرير العبودية لله سبحانه ويتبعه مصالح العباد."[3]

"یہ تعریف اپنے مقصود کو بڑی کامیابی سے اجاگر کرتی ہے کیونکہ اس میں مقاصد شریعت کے مقصد کی جانب توجہ کی گئی ہے اور وہ ہے، عبادت خداوندی کا اثبات، مصالح عباد اسی کے تابع ہیں۔"

---

1 مخدوم، مصطفى بن كرامة الله، الدكتور، قواعد الوسائل في الشريعة الإسلامية: ص34، دار إشبيليا للنشر والتوزيع، الطبعة الأولى، 1420هـ

2 الخادمي، نورالدين بن مختار، علم المقاصد الشرعية: 1/17، مكتبة العبيكان، الطبعة الأولى، 2001م

3 البدوي، يوسف أحمد محمد، مقاصد الشريعة عند ابن تيمية: ص50، دار النفائس، الطبعة الأولى، 2000م

مقاصد شریعت کی تقسیم

ارباب علم و نظر نے مختلف اور متنوع جہات سے مقاصد شریعت کو متعدد اقسام میں تقسیم کیا ہے، جن کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

پہلی تقسیم: درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے

اہمیت اور مراتب کے پہلو سے مقاصد شریعت کی تین قسمیں ہیں:

1۔ضروریات 2۔حاجیات 3۔ تحسینیات

شریعت کی نگاہ میں ان کی اہمیت اسی ترتیب سے ہے۔ یعنی پہلے ضروریات، ان کے بعد حاجیات اور آخر میں تحسینیات۔ مقاصد شریعت کی اصل تقسیم یہی ہے۔ ان کی تفصیل آگے آتی ہے۔

دوسری تقسیم: مقصود کے اعتبار سے

بعض مقاصد اصالتاً مقصود ہوتے ہیں اور بعض تبعاً۔ اس زاویے سے مقاصد شریعت کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں:

1۔ **مقاصد اصلیہ:** یہ از خود اصلاً مقصود ہوتے ہیں، جیسے نماز۔

2۔ **مقاصد تبعیہ:** یہ مقاصد اصلیہ کے تابع ہوتے ہیں، جیسے نماز کے لیے وضو۔

تیسری تقسیم: وسعت و جامعیت کے اعتبار سے

شرعی احکام کے مقاصد عمومی و کلی نوعیت کے بھی ہیں اور جزوی و خصوصی انداز کے بھی۔ اس رخ سے دیکھا جائے تو مقاصد شریعت کی تین قسمیں نظر و بصر کے سامنے آتی ہیں:

1۔ **مقاصد عامۃ:** ان سے مراد وہ مقاصد و غایات ہیں جو تمام شرعی احکام میں ملحوظ رکھے گئے ہیں اور کسی ایک شعبہ احکام کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ مثلاً منافع و مصالح کا حصول اور نقصان و مضرت کا دفعیہ اور آسانی و رفع حرج شریعت کے دو عام مقاصد ہیں جن کی رعایت تمام شرعی احکام میں رکھی گئی ہے۔

2۔ **مقاصد خاصہ:** احکام شریعت کے کسی ایک معین اور مخصوص گوشے میں جو اہداف شارع کو پیش نظر ہوں، انہیں مقاصد خاصہ کا نام دیا گیا ہے۔ مثلاً شرعی احکام کا ایک حصہ عبادات پر مشتمل ہے۔ عبادت سے متعلق مقاصد کو مقاصد خاصہ کہا جائے گا۔ اصحاب علم کی حسب تصریح عبادات میں عمومی مقصد بارگاہ ایزدی میں عاجزی و فروتنی اور انقیاد و اطاعت کا اظہار ہے۔

اسی طرح معاملات میں انسانوں کے مصالح حقیقی مقصود ہیں۔ اسی بناء پر ان میں مفاہیم و معانی کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے۔

3۔ **مقاصد جزئیہ:** شریعت کے وہ مقاصد جو کسی خاص حکم کی پشت پر کارفرما ہوں، مقاصید جزئیہ کہلاتے ہیں

مثلا نماز کا مقصد یاد خداوندی اور روزہ کا مقصد حصول تقویٰ ہے۔ تفاسیر قرآن اور شروحات احادیث میں علماء اکثر طور پر احکام شریعت کے جو اسرار و حکم کو اجاگر کرتے ہیں، وہ اسی باب سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف "حجۃ اللہ البالغۃ" اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "احکام اسلام، عقل کی نظر میں" شرعی احکام کے جزوی مقاصد کی نقاب کشائی میں منفرد مقام رکھتی ہیں۔

چوتھی تقسیم: یقین و ظن کے اعتبار سے

شرعی احکام کے مقاصد کا قطعیت و ظنیت کے پہلو سے جائزہ لیا جائے تو یہ درج ذیل اقسام میں انقسام پذیر ہوں گے:

1۔ مقاصد قطعیہ: یہ وہ مقاصد ہیں جن کے اثبات پر دلائل و نصوص تواتر سے موجود ہیں۔ مثلا تیسیر، امن، حفظ ناموس و آبرو اور حفاظت اموال وغیرہ۔

2۔ مقاصد ظنیہ: ان سے مراد وہ مقاصد ہیں، جن کے دلائل درجہ قطعیت کو نہیں پہنچتے بلکہ ان کی توجیہ و تاویل میں غور و فکر اور بحث و نظر کا عمل دخل ہے۔ مثلا فساد عقل کا موجب بننے والی اشیاء کی ممانعت اور سدباب۔ اس سلسلہ میں نشہ آور اشیاء کی قلیل مقدار کی حرمت کا مقصد یہی بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے خرابی عقل کا انسداد ہوتا ہے۔ اور یہ ظنی مقصد ہے۔

3۔ مقاصد وہمیہ: جن امور سے متعلق یہ گمان ہو کہ ان میں مصلحت موجود ہے لہٰذا یہ مقاصد شریعت میں شامل ہیں لیکن در حقیقت معاملہ اس کے برعکس ہو تو انہیں مقاصد وہمیہ میں شمار کیا جائے گا۔ اہل علم کی اصطلاح میں انہیں 'مصالح ملغاۃ' کا نام دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ سمجھنا کہ جوئے میں منافع ہے حالانکہ یہ قطعا حرام ہے۔ فی زمانہ مصلحت و مقاصد شریعت کے نام پر ایسی بہت سی اشیاء کو جائز اور حلال قرار دیا جاتا ہے جن کے ڈانڈے واضح طور پر محرمات سے ملتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بینکوں اور مختلف تجارتی کمپنیوں کی جانب سے پرکشش انعامی سکیموں کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ جن میں سود اور جوئے کا عنصر نمایاں ہے۔

پانچویں تقسیم: افراد کے اعتبار سے

اس پہلو سے مقاصد شریعت دو قسموں پر ہیں:

1۔ مقاصد کلیہ: جو مقاصد تمام امت یا عظیم اکثریت سے متعلق ہوں، مقاصد کلیہ کہلاتے ہیں۔ مثلاً نظم اجتماعی کا قیام و حفاظت، قرآن و سنت کو تحریف و تبدل سے محفوظ رکھنا، معاملات کی تنظیم، باہمی تعاون و ہمدردی کا رویہ اور اخلاقی اقدار کا تحفظ وغیرہ۔

2۔ مقاصد بعضیہ: ان سے وہ مقاصد مراد ہیں، جو بعض لوگوں کے مفاد میں ہوں اور براہ راست کچھ لوگ ہی ان سے مستفید ہوں۔ مثلاً تجارت سے فائدہ اٹھانا، حق مہر، اولاد سے انس و محبت وغیرہ۔[1]

---

1 علم المقاصد الشرعية: ص 71-75

مقاصد شریعت کے مراتب ثلاثہ کی تفصیل

شریعت اسلامیہ کے مقاصد کی اصل تقسیم وہی ہے جو سب سے پہلے ذکر کی گئی ہے ذیل میں اس کی کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

شرعی احکام کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ ان احکام کا اصل مقصد بندوں کے مصالح کا حصول، ان کی حفاظت کرنا اور بندوں سے نقصان کو دور کرنا ہے۔ استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مصالح کی تین قسمیں ہیں:

1۔ ضروریات

ضروریات سے مقصود وہ مصالح ہیں، جن پر لوگوں کی زندگی، معاشرے کا قیام اور اس کا استحکام وانضباط موقوف ہے۔ بایں طور کہ اگر یہ مصالح زائل ہوجائیں تو انسانی زندگی کا نظام افراتفری کا شکار ہوجائے اور لوگ مشکلات میں مبتلا ہوجائیں، ان کے معاملات اضطراب وپریشانی کا شکار ہو جائیں اور دنیا وآخرت میں ان کو تنگی وبدبختی کا سامنا کرنا پڑے۔[1]

ضروریات کی تعداد

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 1388ھ) نے لکھا ہے:

"ومجموع الضروريات خمسمة وهي: حفظ الدين والنفس والنسل والمال واالعقل."[2]

انہیں "کلیات خمسہ" بھی کہا جاتا ہے۔[3]

"کلیات خمسہ کی بنیاد استقراء وتتبع پر قائم ہے۔ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

"وقد اتفقت الأمة بل سائر الملل علي أن الشريعة وضعت للمحافظ علي الضروريات الخمس وعلمها عند الأمة كالضروري، ولم يثبت لنا ذلك بدليل معين، ولا شهد لنا أصل معين ممتاز برجوعها بل علمت ملاء متها للشريعة بمجموعة أدلة لا تنحصر في باب واحد."[4]

"امت مسلمہ بلکہ تمام اہل ملل کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شریعت ضروریات خمسہ کے تحفظ کی خاطر مقرر کی گئی ہے۔ اس کا علم امت کے نزدیک انتہائی معروف ہے، لیکن ہمارے ہاں ان کا ثبوت کسی معین دلیل پر مبنی نہیں، نہ ہی کوئی مخصوص اور نمایاں دلیل ایسی ہے جس کی جانب رجوع کیا جاسکے بلکہ ان کلیات خمسہ کی شریعت سے

---

1 الزيدان، عبدالكريم، دكتور، الوجيز في أصول الفقه: ص379، فاران اکیڈمی، لاہور

2 الشاطبي، إبراهيم بن موسى، الموافقات: 20/2، دار ابن عفان، الطبعة الأولى، 1997م

3 ابن أمير الحاج، أبو عبد الله شمس الدين، التقرير والتحبير: 144/3، دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية، 1983م

4 الموافقات: 31/1

مناسبت، دلائل کے ایک مجموعہ سے معلوم ہوتی ہے جو کسی ایک ہی باب تک محدود نہیں ہیں۔"

علامہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ 879ھ) کہتے ہیں:

"وحصر المقاصد في هذا ثابت بالنظر إلي الواقع وعادات الملل والشرائع بالاستقراء."[1]

"کلیات خمسہ ہی میں مقاصد شریعت کا حصر، امر واقعہ اور ادیان و مذاہب میں استقرائی نظر سے ثابت ہوتا ہے۔"

اسلام نے "ضروریات خمسہ" سے متعلقہ مصالح کی رعایت انتہائی احسن طریقے سے رکھی ہے۔ چنانچہ اولا ان کو وجود میں لانے اور پھر ان کی حفاظت کے لیے احکام مقرر کیے ہیں۔ جن کی وضاحت حسب ذیل ہے:

① کلیات خمسہ میں سر فہرست "دین" ہے۔ دین کو وجود میں لانے کے لیے ایمان اور اس کے ارکان مشروع ہوئے اور بنیادی عبادات (ارکان اسلام) مقرر کی گئی ہیں۔ ان سے دین وجود میں آتا ہے، لوگوں کے معاملات درست ہوتے ہیں اور معاشرہ ایک مضبوط و محفوظ بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔

② حفاظت دین کے سلسلہ میں دین کی دعوت کا حکم دیا گیا ہے۔ معاندین و مخالفین دین کے خلاف جہاد کو لازم ٹھہرایا گیا ہے۔ دین سے پھرنے اور مرتد ہونے والوں کی سزا متعین کی گئی ہے۔ اسی طرح لوگوں کے عقائد میں شکوک و شبہات پھیلانے، باطل فتاوی دینے اور احکامات میں تحریف کی ممانعت کی گئی ہے۔ ان سب احکامات کا مقصد دین متین کا تحفظ ہے۔

③ مقاصد ضروریہ میں انسانی جان کا تحفظ، دین کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ نفس کو وجود دینے کے لیے شادی کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر اس کی حفاظت کے لیے کھانے پینے کے احکام مقرر کیے گئے ہیں اور خبیث و نجس اور نقصان دہ اشیاء کو حرام قرار دے کر حلال وطیب اور پاکیزہ چیزوں کو استعمال میں لانے کی اجازت دی گئی ہے۔ جان پر ظلم کرنے پہ سزا رکھی گئی ہے اور اس کو ہلاکت میں ڈالنا حرام کیا گیا ہے۔

④ تیسری شے عقل ہے: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا فرمائی ہے۔ عاقل ہونے میں وہ تمام برابر ہیں۔ اس کی حفاظت کے لیے ان اشیاء کو حرام قرار دیا گیا ہے جو اس کی خرابی وفساد کا باعث بنتی ہیں، لہٰذا تمام نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے۔ اگر کوئی انہیں استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے سزا مقرر ہے۔

⑤ اس کے بعد نسل ہے: نسل کو وجود میں لانے کے لیے نکاح شرعی کو مشروع کیا گیا۔ پھر اس کی حفاظت اور اس کو اختلاف سے بچانے کے لیے زنا کو حرام قرار دیا اور اس کے ارتکاب پر سزا رکھی۔ اسی طرح اتہام بازی کی حرمت اور تہمت لگانے والے کو سزا دینے کا حکم دیا گیا۔ حمل گرانے کی حرمت اور ضرورت کے بغیر حمل روکنے سے منع کیا گیا۔

⑥ مال کے وجود کے لیے مختلف مالی معاملات کی اباحت اور اس کے حصول کی کوشش کو وجوب کا حکم دیا گیا اور اس کی حفاظت کے لیے چوری کی حرمت اور چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم مقرر کیا گیا اور دوسروں کے مال کو ہلاک

---

[1] التقرير والتحبير: 144/3

کرنے کی حرمت اور ہلاک شدہ کی ضمان کا حکم فرمایا گیا اور کم عقل و پاگل پر ان معاملات کی پابندی فرمائی گئی۔[1]

2۔حاجیات

حاجیات سے مراد وہ مصالح ہیں، جن پر کلیات خمسہ کا قیام وبقاء تو موقوف نہیں ہے لیکن ان کی رعایت سے زندگی خوشگوار بنتی ہے، مضرت کا دفعیہ ہوتا ہے، مشقتوں اور کلفتوں سے نجات ملتی ہے اور ان کے بغیر نہ حقیقی تمدنی زندگی حاصل ہوتی ہے اور نہ مدنیت صالحہ پیدا ہوتی ہے۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وأما الحاجيات فمعناها أنها مفتقر إليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المودي في الغالب إلي الحرج والمشقة اللاحقة يفوت المطلوب فإذا لم تراع دخل علي المكلفين علي الجملة الحرج والمشقة ولكنه لايبلغ مبلغ الفساد العادي المتوقع في المصالح العامة."[2]

"حاجیات کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں وسعت اور فراخی پیدا کرنے اور حرج ومشقت کے دفعیہ کے لیے ان کی ضرورت ہو اور جن کی رعایت نہ کرنے سے ایسی مشقت لاحق ہو جائے کہ اصل مطلوب فوت ہو جائے یا مجموعی حیثیت سے انسان حرج ودشواری میں پڑ جائے لیکن یہ دشواری اور خرابی اس درجہ تک نہ پہنچتی ہو جس سے عادتاً مصالح عامہ میں ویسا خلل واقع ہوتا ہو جیسا کہ سابقہ مصالح کے فوت ہونے سے ہوتا ہے۔"

☆عبادات میں حرج کے خاتمہ کے لیے رخصتیں رکھی گئی ہیں۔ لہٰذا مریض ومسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ مریض کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ سفر میں دو نمازیں جمع کی جاسکتی ہیں۔ پانی موجود نہ ہو تو تیمم کیا جاسکتا ہے۔ کشتی یا جہاز میں نماز شروع کی اور قبلہ سے رخ بدل جائے تو غیر قبلہ کی طرف بھی نماز کو درست قرار دیا گیا ہے۔

☆معاملات میں عام قواعد سے ہٹا کر بہت سے معاملات مشروع کیے گئے ہیں۔ چنانچہ شارع نے "بیع سلم" استصناع، اجارہ اور زراعت کی اجازت دی ہے۔ رشتہ زوجیت سے چھٹکارے کی لیے طلاق کی اجازت کو مباح ٹھہرایا، اگر یہ رشتہ باقی نہ رہ سکتا ہو۔ سزاؤں میں شبہات کی بناء پر حدود ختم کرنے کا قاعدہ مقرر کیا گیا اور قتل خطا میں قاتل پر تخفیف کے لیے عاقلہ پر دیت واجب کی گئی۔

3۔ تحسینیات

یہ وہ مقاصد ومصالح ہیں، جن کی رعایت سے زندگی مزین اور مہذب بنتی ہے اور ان کے بغیر انسان شرعی لحاظ سے گندا اور معاشرتی لحاظ سے بدتہذیب کہلاتا ہے۔ ارباب فقہ کی زبان میں انہیں "مصالح تحسینیہ"

---

1 الوجيز في أصول الفقه: ص379-380

2 الموافقات: 2/2

کہتے ہیں۔ صاحب الموافقات لکھتے ہیں:

"وأما التحسينات فمعناها الأخذ بما يليق من محاسن العادات وتجنب الأحوال المدنسات التي تانفها العقول الراجحات."[1]

"تحسینیات کا مطلب یہ ہے کہ انسان تمام اچھی عادتوں کو اختیار کرے اور ان ناشائستہ عادتوں سے پرہیز کرے جن کو سلیم عقلیں معیوب و مکروہ گردانتی ہیں۔"

☆ شریعت نے عبادات، معاملات، عادات اور عقوبات میں ان مصالح تحسینیہ کا خیال رکھا ہے۔

☆عبادات میں ستر ڈھانپنے، مسجد میں جاتے وقت اچھے کپڑے پہننے، نفلی صدقات، نماز، روزہ سے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

☆معاملات میں نجاسات کی بیع، اسراف وفضول خرچی اور اپنے کسی دوسرے بھائی کی بیع پر بیع کرنے کی ممانعت کا حکم ہے۔

☆عادات میں کھانے پینے کے آداب کے حصول کا حکم فرمایا گیا، جیسے دائیں ہاتھ سے کھانا، سامنے سے کھانا، ناپسندیدہ چیزیں کھانے کو ترک کرنا اور اخلاق فاضلہ کے ساتھ اتصاف پذیر ہونا۔

☆سزاؤں کے باب میں قصاص یا جنگ میں قتل ہونے والے کا مثلہ کرنے کی حرمت فرمائی گئی۔ اسی طرح لڑائی میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کو حرام کیا گیا ہے۔

تکملات مصالح

مقاصد و مصالح کی مذکورہ بالا اقسام کی مکمل حفاظت و ثبوت کے لیے کچھ اور ایسی چیزیں بھی رکھی گئی ہیں، جنہیں "تکملات مصالح" کا نام دیا جاتا ہے۔

☆ ضروریات میں نماز کی فرضیت کی تکمیل کے لیے اذان اور باجماعت نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ حفاظت نسل کے لیے زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس کے اسباب یعنی عورت کے ساتھ تنہائی، اس کی طرف نظر شہوت سے دیکھنا اور غیر محرم کا عورت کے ساتھ اکیلے سفر کرنا بھی حرام کر دیئے گئے ہیں۔

☆حاجیات میں جب لوگوں کو تنگی اور حرج کو دور کرنے کے لیے مختلف معاملات کی اجازت دی گئی تو جائز شرائط کی بھی اجازت دی گئی اور ایسی شرائط سے روک دیا گیا جو لوگوں میں جھگڑے اور نزاع کا باعث بن سکتی ہیں۔

☆ تحسینیات میں جب نفلی صدقات وغیرہ کا حکم دیا گیا تو مال خرچ کرنے میں میانہ روی کا بھی حکم فرمایا گیا۔

واضح رہے کہ اہل علم نے حاجیات کو ضروریات کا اور تحسینیات کو حاجیات کا تکملہ قرار دیا ہے۔[2]

---

[1] الموافقات: 2/2

[2] الوجيز في أصول الفقه: ص 381-382